McGill University Library
3 103 153 493 8
ISLAMIC
DS480.45
T35
1900z

MG4P .T135e
McGill
University
Libraries
Islamic Studies Library
83561

MG4P
.T135e

سلسلہ نمبر ۳

ایک شمس العلما اور مسئلہ خلافت

Ek Shams al-ʿUlamāʾ aur masaʾlah-i Khilāfat

شمس العلما محمد امین جبلپوری نے جو مسئلہ
خلافت کی مخالفت میں ایک پمفلٹ
شایع کیا تھا اسکا جواب اور صوبہ کی کونسل
کے سوالات اور جوابات معہ متعلقہ مضامین
اخبار تاج

از

تاج الدین

ایڈیٹر تاج جبلپور

Taj al-Din
(P-3)

R/

خلافت پبلسٹی بورڈ جبلپور

مولانا محمد علی بی۔ اے (اکسن)

کی

خدمت میں

انکی

فوج کے ادنےٰ سپاہی کی طرف سے

تاج الدین

پیدائش ماہ جولائی سنہ ۱۸۹۶ء ضلع سیونی صوبہ متوسط۔ تعلیم بلاسپور کٹنی اور جبل پور۔ سکرٹری مسلم پبلیس ریڈنگ روم جبل پور۔ ترک زمانہ تعلیم سنہ ۱۹۱۴ء۔ تاج پریس کا قیام سنہ ۱۹۱۶ء۔ اخبار تاج کا اجرا سنہ ۱۹۱۷ء۔ سکرٹری ہندو مسلم لیگ جبل پور سنہ ۱۹۱۷ء۔ سکرٹری پراونشیل مسلم لیگ صوبہ متوسط و برار سنہ ۱۹۱۷ء۔ سرونٹ آف انڈیا سوسائٹی میں شامل ہونے کا قصد اور قیام ناگپور۔ سب ایڈیٹری اخبار ہتواد (انگریزی ہفتہ وار) سنہ ۱۹۱۷ء۔ سپرنٹنڈنٹ انجمن اعانت نظر بندان اسلام دہلی سنہ ۱۹۱۸ء۔ سکرٹیری انجمن خدام بیماران دہلی۔ سکرٹری مجلس استقبالیہ آل انڈیا مسلم لیگ دہلی سنہ ۱۹۱۸ء۔ دوبارہ اجرا اخبار تاج جبل پور سنہ ۱۹۱۹ء۔ مہتمم اول یوم خلافت ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء از بمبئی۔ سکرٹری آل انڈیا انجمن اختلاف جشن صلح دہلی سنہ ۱۹۱۹ء۔ سکرٹری آل انڈیا عطیہ قومی علی برادران دہلی سنہ ۱۹۲۰ء۔ مہتمم دویم یوم خلافت از کلکتہ سنہ ۱۹۲۰ء۔

83561

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب کوئی شخص عملی میدان میں قوم و ملک کی نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ اور بلا اکراہ و جبر خود برضا و رغبت اس خارزار میں قدم رکھتا ہے۔ تو پھر اس کو دیکھنے والوں کی نکتہ چینیوں کیلئے تیار ہو کر کمر باندھنی چاہیئے۔ نکتہ چینیاں اگر ذاتی عناد و تعصب پر مبنی نہیں تو وہ درحقیقت قومی زندگی کا نمک ہیں۔ جس شمس العلماء صاحب کے کارنامے اس مختصر رسالہ میں ہدیہ ناظرین ہیں۔ انکی قومی زندگی پچھلی سرگرمیوں کی وجہ سے جن کا اس رسالہ میں ذکر کیا گیا ہے اس قدر واضح ہو گئی ہے کہ اب اس کے لئے حاشیہ اور دیباچہ کی ضرورت نہیں۔ عمائد فضل، و قبلۂ علم کی زرکا

نمائشیں ممکن ہے کہ ایک دو دفعہ دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کردیں لیکن یہ جادو ہر دفعہ اثر نہیں کرتا۔ آخر اس عمامہ کے پیچ ڈھیلے پڑتے ہیں اور قبا کے دامن کا رفو ظاہر ہو جاتا ہے آجکل بدقسمتی سے ہماری قوم میں اس قسم کے اکثر نمونے نظر آرہے ہیں جنکی ساری پونجی چند گز کا عمامہ، اور بعض عمائد حکومت کی نگاہ کرم جس کے کرشموں کا عکس "شمس العلما" کا تمغہ امتیاز ہے!! اس رسالہ کے روح رواں ہمارے شمس العلماء صاحب گو عمامہ کی الجھنوں اور قبا کی دامن درازیوں سے آزاد ہیں تاہم بزعم خود جماعت علماء سے ایک نسبت معنوی رکھتے ہیں حضرت کی قومی زندگی کا نصف النہار!

مئی وجون ۱۹۱۹ء کا وہ زمانہ تھا جب تمام صوبوں میں ستیاگرہ کی تحریک عام تھی اور رائے عامہ کے خلاف بعض بعض صوبوں میں حکومت کے عمال تشدد روا رکھ رہے تھے۔ مجھے اپنی اس غلطی کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ

بحیثیت ایڈیٹر اخبار تاج میں خود حضرت موصوف کی ناقابل رشک شہرت کا باعث ہوا
لیکن میں کیا کرتا جبکہ میں دیکھ رہا تھا کہ ممدوح کی سرگرمیوں کے اندر مفاد قومی کیلئے خطرات
پیدا ہونیکا امکان موجود ہے - اور پھر ایسی حالت میں جبکہ مولانا کے سرپرست،
سرپرستی اور ہمت افزائی فرما رہے تھے چنانچہ جب کسی روحانی ہیجان، یا مادی مصالح کی بنا
پر شمس العلماء صاحب نے سدیگرہ کی مخالفت میں زور قلم صرف کرنا شروع کیا تو محض بہ اقتضائے
تحفظ مفاد قومی انکی بارگاہ میں عرض و معروض کی ضرورت پیش آئی - ہنوز مولانا کی تحریروں اور
تقریروں کا جواب دیا گیا تھا کہ اخبار تاج کی ضمانت ضبط ہوگئی - تاہم دو دن کی قانونی
مہلت کو غنیمت سمجھکر اخبار تاج کا ایک طویل ضمیمہ شائع کردیا گیا تاکہ کم از کم ایک دفعہ
چلتے چلتے وطن کی یہ خدمت میں انجام دے لوں کہ حضرت موصوف کی قومی سرگرمیوں
کا پردہ چاک ہوجائے - الحمد للہ کہ اس فرض کو ادا کرنیکا کچھ نہ کچھ موقعہ مل گیا - گو یہ میں

گنجایش باقی ہے۔ تاہم شک ہے کہ اس منزل پر صاحب موصوف کا ذوق عمل کچھ سست
ہوگیا اور آخر ایک ناقدر شناس دنیا کی طعنوں نے ان کو گوشہ عزلت کیجانب رجوع کردیا
اور وہ دورے بھی ختم ہوگئے جو اصلاح سیاست و تبلیغ اعتدال کیلئے کئی جا رہی تھی۔ الحمد للہ علی حال
اس رسالہ کی اشاعت کا باعث جو مقصد اصلی ہے اسکو نظر انداز کیجئے۔ یعنی یہ کہ اس قسم
کے اصحاب کی زندگی ارباب عمل کیلئے عبرت انگیز ہو۔ اور قومی رہنماؤں کے متعلق
عامۃ الناس کے اندر ایک قوت تمیزی پیدا ہو جائے تاکہ وہ اچھے
اور برے کو پہچان سکیں۔ اور کسی شخص کی وجاہت ذاتی ان کو گمراہ نہ
کرسکے ؛

دھلی

نیازمند

Saif-ud-din

مورخہ یکم اپریل سنہ ۱۹۲۰

Jullundur

۷۸۶

ایک خزانہ کذب ودغا اور عظیم فتنہ دینی کا آغاز

یعنی شمس العلماء مولوی محمد امین صاحب کا رسالہ

ولن ترضیٰ عنک الیهود ولا النصاریٰ حتیٰ تتبع ملتهم قل ان هدی الله هو الهدیٰ، ولئن اتبعت أهواءهم بعد الذی جاءک من العلم ما لک من الله من ولی ولا نصیر (۲ : ۱۴)

یوں تو مسلمانوں کی ذلت و پستی کی نوحہ خوانی کرنے والے دن بدن بڑھتے جاتے ہیں، اور اکثر حضرات تو بہت دردمند بنتے ہیں، مگر بدقسمتی ہے اس غریب کی جس کے نوحہ خوان خود اس قابل ہیں کہ ان کی حالت پر ماتم کیا جائے، باوجود اس کے کہ مسلمانوں میں تعلیم کا فقدان ہے، دولت سے تہی دست ہیں، اور پھر ان اندرونی مصیبتوں کے علاوہ بیرونی آفات و بلیات سے بھی وہ نیم جاں ہیں، مگر حیف ہے ان قاتلان دردمند پر جو ان بے انتہا مصائب و آلام کو دیکھتے ہوئے بھی موت کی طرف انہیں دعوت دے رہے ہیں، اور اگر کچھ زندگی کی حرارت اس جسد بے روح میں پیدا ہو جاتی ہے تو اسے بھی ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیا ہمارے لیے اس سے بڑھکر بھی کوئی الم انگیز منظر ہو سکتا ہے کہ؟ کہ ایک طرف تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے ہندو بھائیوں میں سے سبرامنی ایر اور ربندرا ناتھ ٹیگور جیسے بزرگ اپنے جلیل القدر خطابات کو ہندوستان پر (جس میں ۷ کروڑ مسلمان بھی رہتے ہیں) قربان کر دیتے ہیں اور ہر قسم کی مصیبتوں اور تکلیفوں کو

اپنے اوپر دعوت دیتے ہیں اور دوسری طرف ہمارے ابنائے قوم اپنی ذاتی مصلحت پر مسلمانوں تک کو قربان کر دینے کی فکر میں ہیں فاعتبروا یااولی الابصار

پس کیا اس قسم کے حضرات مسلمانوں کی ہمدردی کا دعوی کر سکتے ہیں اسوقت ہم تمام بزرگان ملت سے بحث نہیں کرتے، بلکہ ہمارا روئے سخن جبلپور کے ایک شمس العلماء صاحب کی طرف ہے جنہوں نے ایک حیرت انگیز پمفلٹ لکھکر ایک عظیم فتنہ دینی کا دروازہ کھولدیا ہے، اگرچہ ہم اس قسم کے فضلی رسالوں کی حقیقت سے خوب واقف ہیں اور ہمارے نزدیک انکا جواب دینا اپنی توہین کرنا ہے، مگر چونکہ اسی رسالہ میں مسلمانوں کو نہایت افسوسناک مذہبی مغالطے دیئے گئے ہیں، اور مقدس قرآن تک کی آیات شریفہ کو غلط معنوں میں استعمال کیا گیا ہے اسلئے ہم مجبور ہوگئے ہیں کہ اپنی توہین اور بےعزتی کو مذہبی توہین اور مسلمانوں کی گمراہی کے مقابلہ میں گوارا کریں،

شمس العلماء صاحب بفضل خدا سمجھدار ہیں، تجربہ کار بھی ہیں اور ذی علم بھی مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً وہ راستہ دکھایا ہے اور اس راستہ پر چلانے کی کوشش کی ہے جس سے یقیناً ہم متفق نہیں ہو سکتے، اور شاید کوئی مسلمان اس سے متفق نہیں ہو سکتا، ہمیں اسوقت زیادہ افسوس نہ ہوتا جبکہ شمس العلماء صاحب محض اپنی رائے پیش کرتے کیونکہ ہمیں صبر آجاتا کہ شمس العلماء ہیں اور دنیا کی محبت انہیں خلگوئی پر آمادہ نہیں کرتی، مگر ہمارے رنج و غم کی اسوقت انتہا نہیں رہتی جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ شمس العلماء صاحب مسلمانوں کو ان کے مذہب سے غلط استدلال کر کے انہیں گم گشتہ راہ کرنا چاہتے ہیں، اور اپنی رائے کو عین اسلام بتا کر لوگوں کو صریح دھوکہ دیتے ہیں، لیکن ہم جانتے ہیں کہ یہ مسلمانی وہی مسلمانی ہے جس کی طرف قرآن حکیم میں خدائے بزرگ و برتر نے اشارہ فرمایا ہے،

واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا واذا	جب وہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم

خلوا الی شیاطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزؤن (۲: ۱۳)	مسلمان ہیں، لیکن جب اپنے شیاطین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ درصل ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اور یہ تو ہم انسے ٹھٹھا کرتے ہیں

قرآن شریف کی آیات کو اس رسالہ میں شمس العلماء صاحب نے بالکل غلط استعمال کیا ہے لیکن یہ کوئی مسلمانوں کا شیوہ نہیں اس سے بڑھکر ایک مسلمان کے لیئے کوئی لعنت نہیں ہوسکتی کہ وہ خدا اور اس کے رسول پر بہتان لگائے، اس سے خدا اور رسول کو تکلیف ہوتی ہے، اور اسکا اجر بہت خطرناک ہے خدائے جل و علا کا ارشاد ہے،

ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا	جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں دنیا اور آخرت میں انپر اللہ نے لعنت بھیجی اور انکے لئے ایک ذلت بخش عذاب مقرر فرمایا،

پس ظاہر ہے کہ خدا کو کسی چیز سے تکلیف پہنچ سکتی ہے خدا کو جسمانی تکلیف پہونچنا اسلام کا عقیدہ نہیں لہذا اسے اگر کوئی چیز اذیت پہنچا سکتی ہے وہ اس کے بندوں کو گمراہ کرنا اوس کے پاک کلام کی غلط تفسیر کرنا اور طمع و ہوس میں مبتلا ہونا ہے،

اس مختصر تمہید کے بعد میں اصلی پمفلٹ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، سب سے پہلے شمس العلماء صاحب نے مسلمانوں کی وفاداری کا شکریہ ادا کیا ہے اور لکھا ہے کہ "قربان خدا کے احسان کے کہ اس نے تجربہ سے ثابت کرا دیا کہ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان جان نثاری اور وفاداری اور بہادری اور استقلال میں دیگر قوموں سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں،، (پمفلٹ صفحہ ۱)

سبحان اللہ! آپ مسلمانوں کی وفاداری کو اس طرح بیان کرتے ہیں جیسے کہ وہ ایک معمولی چیز ہے، حالانکہ مسلمانوں نے اپنی وفاداری پر مذہب سی عزیز چیز کو بھی

قربان کر دیا اپنے بھائی کا گلا کاٹ دیا، اور دنیا میں اس آخری چراغ اسلام کو بجھا دیا جو اول ہی اس طوفان خیز آندھیوں سے بجھنے کے قریب ہو گیا تھا لیکن قطع نظر اسکے کہ کسی چراغ کو بجھایا اور وہ چراغ گیا تھا، ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں نے برطانیہ عظمیٰ کی عزت و حشمت قائم رکھنے کے لیئے اس رشتہ کو کاٹ دیا جسے خدا اور اس کے رسول نے استوار کیا تھا، چنانچہ ایک حدیث صحیح جو امام احمد و مسلم نے نعمان بن بشیر سے روایت کی ہے اس رشتہ کی طرف صاف اشارہ ہے،

مثل المومنين في توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد اذا اشتكى له عضو تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى	مسلمان اپنی باہمی مودت مرحمت اور محبت میں ایسے ہیں جیسے کہ ایک جسم کہ اگر ایک عضو میں کوئی شکایت پیدا ہوتی ہی تو سارا جسم اس تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے،

لیکن باوجود اس حدیث کو دیکھتے ہوئے اگر آپ مسلمانوں کی وفاداری کی قیمت عام وفاداری جیسی سمجھتے ہیں، تو آپ کے ایمان کا خدا حافظ ہے، مگر بہر حال یہ تو بتائیے کہ اس وفاداری کا جس کی آپ تعریف کرتے ہیں مسلمانوں کو کیا صلہ ملا، آپ غریب ہندوؤں پر تو اعتراضات کرتے ہوئے نہیں چوکتے مگر سرکار عظمت مدار سے تو پوچھئے کہ لارڈ سنہا لارڈ بھی ہوئے اور نائب وزیر ہند بھی، مہاراجہ بیکانیر اور لارڈ سنہا صلح کانفرنس میں ہندوستان کے نمایندے بھی بنائے گئے، مگر مسلمانوں کو ان جان نثاریوں کے بدلے اپنی اسلامی نمایندگی کا بھی حق عطا نہیں ہوتا، چیختے چیختے آواز بیٹھ گئی ہے کہ خدارا ہمیں اپنے جذبات کی صحیح ترجمانی کرنے دو اور مقامات مقدسہ اور خلافت اسلامی کے متعلق ہمکو ہمارے نمایندوں کے ذریعہ صلح کانفرنس میں مطالبات پیش کرنے دو، مگر افسوس کہ اسکا جواب کچھ نہ ملا، اگر ملا تو یہ کہ سر آغا خان، آفتاب احمد خاں، اور مسٹر یوسف علی کو وزیر ہند کے ساتھ دم چھلا

بنا کر بھیجا جاتا ہے، حالانکہ نہ ان لوگوں کو ہم نے اپنا نمایندہ بنایا اور نہ ہمارے جذبات کی بے لوث ترجمانی کر سکتے ہیں، اور یہ لوگ صرف وزیر ہند، مہاراجہ بیکانیر لارڈ سنہا کو امداد دینے کے لیئے بلائے گئے، مگر حیف اور صد حیف کہ آپ حکومت سے تو اپنے مطالبات پیش کرتے ہوئے ڈرتے ہیں لیکن مسلمانوں پر عنایت جاری رہتی ہے اور چاہتے ہیں کہ وہ اپنے ضمیر اور ایمان کو ذاتی مصلحت پر قربان کردیں،

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اسلامی تعلیم اور مسلمانوں کی حالت سے اسقدر بیخبری ہے کہ آپ جانتے ہی نہیں کہ مسلمانوں کے مطالبات کیا ہیں، اس لیئے آپ کی آگاہی اور آپ کی طرح دوسرے لوگوں کی آگاہی کے لیئے مسلمانوں کے مطالبات ذیل میں درج کرتے ہیں، آپ اگر ہمت رکھتے ہیں اور جیسا کہ آپ یقین دلاتے ہیں تو خدارا اپنی ہمت سے اسوقت مسلمانوں کی امداد کیجیئے، اور حکومت سے ان مطالبات کو منظور کرائے ہم میں سے تو بہت سے انکو پیش کر چکے ہیں اور اکثر ان کی پاداش میں نظر بندی، زبان بندی، اور قلم بندی کی سزائیں برداشت کر رہے ہیں مسلمانوں کے مطالبات یہ ہیں،

(اول) جب مسلمان خلیفۃ الرسول کا انتخاب کریں تو کسی قسم کی مداخلت نہ کیجائے خواہ وہ دباؤ کی صورت میں ہو یا ترغیب و تحریص کی شکل میں،

(دوئم) جسوقت خلیفۃ الرسول اپنے منصب خلافت کی رو سے اعلان جہاد فرمادیں اور ان کے خلاف جنگ کرنے میں یا کسی اور مخالفانہ کارروائی میں کسی قسم کی امداد بنا از روئے شرع شریف حرام ہو جائے، اسوقت کسی مسلمان سے خواہ وہ فوجی ہو یا عام شہری اس قسم کی کوئی امداد نہ لیجائے، اور جو مسلمان فی الحال اس قسم کی امداد دینے سے انکار کی پاداش میں کسی قسم کی سزا اٹھا رہا ہو

اس کی سزا دہی قطعی طور پر بند کردیجائے،

(سوئیم) کسی حصۂ ملک پر جو حسب حدبندی علمائے اسلام و مولفان لغت جزیرۃ العرب کے حدود میں، داخل ہو، غیر مسلم دخل یا کسی قسم کا قبضہ، خواہ بلاواسطہ ہو یا بواسطہ، نہ کیا جائے، بلکہ حسب وصیت حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم آزاد اسلامی حکومت کے دخل اور قبضہ میں اسی طرح رہے جس طرح کہ اب تک رہتا آیا ہے اور ایسے حصۂ ملک پر سے ہر وہ دخل یا قبضہ جو لفظاً یا معناً وصیت آنحضور کے خلاف ہو فوراً اٹھا لیا جائے،

(چہارم) کسی قطعہ ملک کو جس میں اسلامی مقدس مقامات یا عتبات عالیات واقع ہوں، مسلمہ خادم الحرمین الشریفین و محافظ عتبات عالیات خلیفۃ الرسول کی آزاد، ناقابل انتقال و بلا شرکت غیرے حکومت کے دائرہ سے نکالنے کی خواہ وہ بلاواسطہ ہو یا بواسطہ ہرگز کوشش نہ کی جائے، اور الفاظ مندرجہ بالا کی عمومیت کم کئے بغیر بالخصوص ان اقطاع ملک کے اس دائرہ سے نکالنے کی کوشش نہ کی جائے، جن میں ہر سہ حرم محترم مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بیت المقدس، اور نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، بغداد شریف، کاظمین شریفین، سامرہ شریف قسطنطنیہ اور قونیہ کی عتبات عالیات و زیارت گاہیں واقع ہیں، اور ان اقطاع ملک سے ملک معظم اور ان کے حلیف اور شریک حکومتوں کی افواج کو فوراً اٹھا لیا جائے، اور انکو خلیفۃ الرسول سلطان المعظم (دولت عثمانیہ) کو واپس دیدیا جائے،

(پنجم) نہ کوئی کوشش اس امر کی کیجائے کہ خلیفۃ الرسول کی مملکت کو پارہ پارہ کرکے دوسری حکومتوں میں خواہ وہ مسلم حکومتیں ہی کیوں نہ ہوں، تقسیم کردیا جائے، یا کسی اور طرح اس کی نیت سے تضعیف کیجائے کہ اسلام کی قوت بازو کو کمزور کردیا جائے، اور اس طور پر نوبت یہاں تک پہونچا دیجائے

کہ دیگر مذاہب اپنی قوت بازو کا دباؤ ڈالکر اسلام کے روحانی اثر کو گھٹانا شروع کریں تو مسلمانوں میں اتنی قوت بھی نہ رہے کہ اسکا کما حقہ انسداد کرسکیں،

(۶) ششم، ملک معظم کی گورنمنٹ خلیفۃ الرسول کو ولایت مصر واپس کردے تاکہ وہ دوبارہ ان کی مملکت میں بطور جزو لاینفک کے شامل ہو جائے، اور دوسری دول کو بھی اسپر آمادہ کرنے کی پوری کوشش کرے کہ وہ بھی اسیطرح ان اقطاع ملک جیسے بوسینیا، ہرزیگونیا، اور طرابلس جو ان سے زبردستی چھین لئے گئے ہیں انکو واپس دیدیں، اور اسی طرح اور اسلامی قطع ارض مثلاً الجزائر (الجیریا) طونس، مراقش، قفقاز اور وسط آرمینیا کی اسلامی حکومتوں کے ساتھ بھی انصاف کیا جائے،

(۷) ہفتم، اگر صلح کانفرنس کے باعث اصول خود اختیاری کا کسی ارض آبادی کے متعلق عملدرآمد کیا جائے تو اس اصول کا ان اقطاع ارض کی آبادیوں کے متعلق بھی عملدرآمد کیا جائے، جو دولت عثمانیہ اور دیگر اسلامی حکومتوں کے ماتحت تھیں، اور ان اقطاع کی آبادی کے صحیح جذبات اور فیصلہ خود اختیاری کے دریافت کرنے کے لیے جو جماعت مقرر کی جائے، اس میں اسلامی آبادی کے حصہ رسدی کے مطابق مسلمان بھی شریک کئے جائیں اور اس مسلمان جماعت میں ہندوستان کے وہ والیان ملک علماء اور سیاسی لیڈر بھی شریک کئے جائیں جنکو آل انڈیا مسلم لیگ انتخاب کرے، اور ان مسلم نائبین کو پوری آزادی دیجائے کہ وہ ان اقطاع میں قرآن پاک کے حکم پر کہ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم، عمل کریں،

(۸) ہشتم، کسی مسلمان کی آزادی اس باعث ہرگز سلب نہ کیجائے نہ اسے کسی اور طرح سزا دیجائے نہ دق یا پریشان کیا جائے کہ وہ دنیا کے کسی حصہ کے

مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی یا خلیفۃ الرسول امیر المومنین کے ساتھ عقیدت رکھتا ہے اور ان جذبات کی ترقی و تقویت میں کوشاں ہے، اور جن مسلمانوں کیساتھ متذکرہ بالا طور پر سلوک کیا گیا ہے وہ فوراً رہا کر دئے جائیں، اور تمام اخبارات جو اسی باعث بند کئے گئے ہیں انکو آزادی کے ساتھ اشاعت کی اجازت دیجائے اور ان اشخاص اور اخباروں کو گورنمنٹ کی اس کارروائی سے جو مالی نقصانات برداشت کرنا پڑے ہیں انکا معاوضہ دیا جائے،

(نہم) ہندوستان کے مسلمانوں کی اس متفقہ خواہش پر آئندہ پیشتر سے زیادہ توجہ کیجائے تاکہ قلمرو ئے برطانیہ کے ذمہ دار ارباب حل وعقد اسلامی حکومتوں کے ساتھ جیسی کہ ٹرکی، ایران، افغانستان، اور مراقش کی حکومتیں ہیں بدیں طور دوستانہ تعلقات قائم کرنے اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کی پوری کوشش کیجائے، کہ کسی ایسے رویہ کو خواہ وہ خود اپنا ہو یا کسی دول کا ہرگز جائز نہ رکھا جائے، جو انصاف معقولیت، اور صفائی پر مبنی نہو، اور عملی ثبوت کے طور پر ایسی اسلامی حکومتوں کو مجوزہ لیگ اقوام کے کسی فائدہ سے محروم نہ رکھا جائے، بالکل مثل دیگر حکومتوں کے اسلامی حکومتوں کو بھی تمام فوائد میں برابر کا شریک سمجھا جائے،

اس کے بعد شمس العلماء صاحب فرماتے ہیں کہ دو تین سال ہوئے میں نے یہاں ایک جلسہ عام میں کہا تھا کہ مسلمانوں کی طرف سے یہ بدگمانی ہے کہ وہ ٹرکی سے نہ لڑیں گے محض بے بنیاد ہے، اگر ہم مذہبی کی وجہ سے ہماری وفاداری میں شبہہ ہے تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ جرمنی عیسائی سلطنت ہے تو کیا اسوجہ سے کوئی انگریز عیسائی اس سے لڑنے میں انگلستان سے بیوفائی کر سکتا ہے، (پمفلٹ صفحہ ۱)

شمس العلماء صاحب کی مصلحت کا یہ عالم ہے کہ بے تکلف منطقی مغالطہ

دیتے ہیں اور پھر اپیر واد طلبی کے خواہاں ہیں، ہمارے مکرم مولوی صاحب
کو معلوم کرنا چاہیے کہ ایک انگریز اور جرمن سلطنت کی مثال ایک مسلمان اور ٹرکی
سلطنت سے ٹھیک نہیں، اول تو عیسائی مذہب نے کسی اتحاد اور اخوت کی
تعلیم ہی نہیں دی، مگر اس کے علاوہ بھی آپ کو یہ سوچنا چاہیے کہ جرمن قوم
انگریزوں کی قوم سے برسرپیکار تھی اور اگر کوئی انگریز اسوقت جرمنوں کی عیسائیت
کا خیال کر کے انگریزوں کا ساتھ نہ دیتا تو اس سے بڑھکر اس کی کوئی بیوقوفی
نہیں ہوسکتی، کیونکہ اسوقت اس کی قوم اور ملک کی موت وزیست کا
سوال درپیش تھا، اور اس کی غفلت کے معنی یہ تھے کہ وہ اپنی قوم کی عزت
اور اپنے وطن کی حرمت کو تباہ کردینا چاہتا ہے، لیکن ہندوستان کے مسلمان
اور ترکوں کے درمیان یہ حالت نہ تھی، اور علاوہ دیگر حالات کے سب سے بڑی
بات یہ ہے کہ ترکوں سے ہمارے دو رشتہ ہیں، اگر کوئی دوسری اسلامی
سلطنت تباہ ہوتی ہے تو ہمیں صرف اس بات کا رنج ہوتا ہے کہ ہمارے
ایک بھائی کا گھر تھا کہ اجڑ گیا، مگر دولت عثمانیہ کی تباہی ہمارے سامنے
اخوت اسلامی کے علاوہ حرمین الشریفین کی حرمت اور اسلام کی عزت
کا سوال پیش کرتی ہے، اور ہمارے دل میں اسوقت کا خیال کر کے ٹیسیں
لٹھنے لگتی ہیں، جب امیر المومنین کی سلطنت کا خاتمہ کردیا جائے گا
اور اسلام کے مقامات مقدسہ جن کی حرمت کی زکوۃ مسلمانوں نے اپنے خون
سے دی ہے غیر مسلموں کے قبضہ میں ہونگی،

لیکن اس سے آپ کو کیا تکلیف ہوگی ہمارے نزدیک تو آپکو اسلام
سے بظاہر کوئی تعلق ہی نہیں معلوم ہوتا، اسی سلسلہ میں شمس العلما صاحب
ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسوم گورنمنٹ آف انڈیا نے بارہا اسکا اقرار کیا ہے

کہ مسلمانوں نے بڑے کٹھن وقت میں ہمت و جوانمردی دکھائی اور توقع سے زیادہ صبر و تحمل کیا،، (پمفلٹ صفحہ ۱)

افسوس ہے کہ نہ ہم میں اسقدر قناعت ہے اور نہ ہماری عاشق مزاجی اسقدر بڑھی ہوئی ہے کہ صرف ایک اعتراف منفعلانہ ہماری آرزوؤں کی منزل مقصود ہو سکے، ؎

بسملوں کی اس تنگ ظرفی کو دیکھا چاہئے
اک فقرے سے لطف میں ممنون ..... ہو گئے

مگر ابتو کچھ اعترافوں سے طبیعت سیر ہو چکی ہے پہلے بہت سے اعترافات کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا،

اس کے بعد شمس العلماء صاحب نے اس شرمناک افترا پردازی کا کی ابتدا کی ہے جس نے ہمیں اس رسالہ کا جواب دینے پر مجبور کر دیا مولانا صاحب فرماتے ہیں ،، بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس طوفان میں اسلام کے اماکن متبرکہ اور زیارات ہر طرح کی آفات سے محفوظ ہیں، گویا خداوند کریم نے انکو اپنی حفاظت و حمایت میں رکھا، اور آمد و رفت حجاج و زائرین بھی، گورنمنٹ کی مہربانی اور سلطان حجاز کے عمدہ انتظام سے جاری رہی ،، (پمفلٹ صفحہ ۲)

اس سے بڑھکر افترا پردازی اور غلط بیانی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ کے نزدیک مقامات مقدسہ محفوظ و مامون ہیں، لیکن کوئی مسلمان اسوقت اماکن متبرکہ کو محفوظ خیال نہیں کر سکتا، ہر شخص کے نزدیک وہ خطرہ میں ہیں اسلئے کہ تیرہ سو برس کے بعد آج انہیں اس بے حرمتی و بے عزتی کا منہ دیکھنا پڑا ہے جو اسلامی دنیا کے لیئے قیامت سے بڑھکر الم انگیز ہے کیا ہمارے لیئے

اِس سے بڑھکر کوئی غمناک منظر ہو سکتا ہے کہ جو بیت المقدس حضرت فاروق اعظم کے زمانہ سے اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا اور جس کیلئے صلاح الدین ایوبی نے نہایت سخت جہاد کر کے حروب صلیبیہ کے طوفان سے بچایا اور جس کی حرمت پر مسلمانوں نے اپنا خون بہایا، آج وہ اسلامی ہاتھوں سے نکل گیا ہے، جس دار اسلام بغداد میں اسلام کی گذشتہ عظمت و شوکت مدفون ہے جس میں ہمارے خزینۂ مادت و مذہب کے بیش بہا جواہر اب تک چمک رہے ہیں جہاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت ابو حنیفہ اور حضرت جنید بغدادی کے مقدس مراقد ہیں، جہاں مامون الرشید اور معتصم باللہ جیسے زبردست خلفا کا تخت خلافت مدفون ہے آج مسلمان اسکی خدمت سے محروم کر دئے گئے ہیں، اور وہ اس جلال و جبروت کو دیکھنے والی سرزمین اس زار و زبوں حالت کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھ رہی ہے، اور کربلا و نجف اشرف کے واقعات ابھی تک ہمیں خون کے آنسوؤں رلا رہے ہیں، ؎

رورہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانہ رہے

کیا ایسی حالت میں کوئی مسلمان مقامات مقدسہ کی طرف سے مطمئن ہو سکتا ہے، پھر سب سے زیادہ ہمارے سینوں کو غم سے فگار کر دینے والی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ وہ مکہ معظمہ جس کی حرمت کی قسم خدائے جل و علا نے ان الفاظ میں کھائی ہے کہ

لا اقسم بهذا البلد	ہم مکہ کی قسم نہیں کھاتے مگر صرف اس لئے کہ تیرا وجود اس میں رہا

اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اولم یروانا جعلنا حرماً امناً	کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے مکہ کو امن حرم بنادیا،

آج وہ ان ہاتھوں میں ہے جو کبھی اس کے مستحق نہیں اور حرم رسول (مدینہ) کی عزت بھی محفوظ نہیں وہ شریف مکہ جسکو آپ سلطان حجاز کے نام سے یاد کرتے ہیں از روئے احکام شرعی "قابل قتل ہے، کیونکہ خدائے عزوجل کا ارشاد ہے

فان بغت احدٰہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٰ الی امر اللہ	اگر تم میں کی ایک جماعت دوسری مقتدر جماعت سے بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والے سے لڑو حتی کہ وہ حکم آلہی کی طرف راجع ہو،

اسکے علاوہ مرقاۃ میں ایک حدیث رسول کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ

ادفعوا من خرج علی الامام بالسیف ومن کان اشرف واعلم وترون انہ احق واولیٰ	اس شخص کو قتل کردو جو امام وقت سے باغی ہو، اگرچہ وہ اشرف وافضل ہو اور تم بھی اسے مستحق واعلیٰ خیال کرتے ہو

کیا اس کے بعد شریف مکہ کے گردن زدنی ہونے میں کسی کو تامل ہوسکیگا جس نے خلیفۃ الاسلام سے بغاوت کی ہے؟

لہٰذا مسلمان اس کے ہاتھوں میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو نہیں دیکھ سکتے اور نہ صرف اسوجہ سے کہ وہ از روئے حکم خدا ورسول قابل قتل ہی بلکہ اس لئے بھی کہ اس کے ہاتھوں جزیرۃ العرب کی بہت کافی توہین ہوچکی ہے، اس توہین کی داستان اگرچہ بہت دردناک اور طویل ہے مگر میں بتادینا چاہتا ہوں کہ جس حقیقت پر منافقین مارقین پردہ ڈالنا

چاہتے ہیں وہ کسقدر دلفگار ہے

سب سے پہلے میں اپنے ناواقف بھائیوں کی توجہ اس عہد کی طرف جو ملک معظم کی طرف سے اثنائے جنگ میں سابق وایسرائے لارڈ ہارڈنگ نے ہمکو سنایا تھا مبذول کرتا ہوں،

"ملک معظم کی مسلمان وفادار رعایا کو اس جنگ کے زمانہ میں ملک کے رویہ کی بابت کسی قسم کی بدگمانی پیدا نہ ہو،"

اسکے علاوہ اور بھی وقتاً فوقتاً وعدے کئے گئے، کہ مسلمانوں کے متبرک مقامات محفوظ رہیں گے، اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا کامل خیال کیا جائیگا، مگر اس کے بعد ہی ہمیں ٹائمز کے ایک نامہ نگار کے ذریعہ معلوم ہوا کہ

"بعد ازاں نوبت یہانتک پہونچگئی کہ رابغ پر ہتھیار اتارنا مناسب خیال کیا گیا"

اب دیکھئے رابغ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک ساحلی مقام اور جزیرۃ العرب میں داخل ہے اسپر ہتھیار اتارے گئے،

حالانکہ جزیرۃ العرب کے متعلق صاف حکم ہے کہ

اخرجوا المشرکین من جزیرۃ العرب (یعنی مشرکوں کو جزیرۃ العرب سے خارج کردو)،

اس کے صریحاً یہ معنی ہیں کہ غیر مسلموں کو اس مقدس سرزمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں کجا کہ انکا حملہ آور ہونا کوئی مسلمان گوارا کرسکے اس کے بعد ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جدہ کا محاصرہ کیا گیا، اور اسپر گولہ باری ہوئی، حالانکہ وہ بھی جزیرۃ العرب میں ہے،

دوسرا جانگاہ واقعہ یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں ترکوں کی افواج

موجود تھیں اور اس مقدس مقام اور حرم رسول کی حفاظت کے لیے ترکی افواج ایک مدت تک شہر میں مقیم رہیں، انکا عربوں نے محاصرہ کیا، مگر جب ترکوں نے ہتھیار نہ رکھے تو گورنمنٹ برطانیہ کے افسروں نے سلطان المعظم کو دھمکی دی کہ اگر ترکی افواج متعینہ مدینہ شہر کو خالی نکر دیں گی تو درہ دانیال کے تمام قلعہ منہدم کر دئے جائیں گے، اسکا ثبوت منچسٹر گارجین کے ایک مضمون سے بھی ملتا ہے جسے ہم یہاں درج کرتے ہیں،

"مدینہ منورہ کی تسخیر کے بعد ارض حجاز کا آخری مقدس شہر بھی ترکوں کے قبضہ سے نکل گیا، اور راسخ العقیدہ اسلامی دنیا کی دوسری کنجی کا مالک بھی ملک حجاز ہو گیا، مدینہ منورہ کا تین سال تک عربوں نے محاصرہ کیا لیکن عربوں کی فوجی طاقت ایسی محدود تھی کہ وہ کبھی اس کی جرأت ہی نہیں کر سکتے تھے، اور برطانوی سپاہ مذہبی وجوہ سے دخل نہیں دیسکتی تھی، اور ایسے وقت میں جبکہ ترکی سپاہ شریف مکہ کی سرگرمیوں کو خاک میں ملا رہی تھیں، اسوقت بھی گورنمنٹ نے مسلمانوں کی دل آزاری کی وجہ سے اپنی سپاہ کا وہاں اتارنا مناسب نہ سمجھا، التوائے جنگ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ ترکی سپاہ متعینہ مدینہ منورہ اپنے ہتھیار ڈالدے، مگر پھر بھی ایک عرصہ تک کمانڈر نے اس شرط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، آخر میں برطانوی سپاہ نے دھمکی دی کہ اگر شرائط کی پوری پابندی نہ کی گئی تو درہ دانیال کے قلعوں کو منہدم کر دیا جائیگا اس پر مدینہ منورہ کی ترکی سپاہ نے ہتھیار ڈالدئے"،

ان واقعات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ شریف مکہ غیر مسلم قوتوں کا ماتحت ہے، اور آزادی وغیرہ محض ہوا ہے، ایسی حالت میں مسلمان کس طرح اپنے مقامات متبرکہ کو محفوظ خیال کر سکتے ہیں، جب تک کہ آزاد، خود مختار قوی

اور نہ ہی اقتدار اسلامی سلطنت (جو عثمانی سلطنت ہی ہو سکتی ہے) کے ماتحت تمام جزیرۃ العرب اور کل عتبات عالیات نہ دے دیئے جائیں گے اور انپر سے تمام غیر مسلموں کی نگرانی بالکل نہ اٹھا دیجائے گی، اسوقت تک مسلمان مطمئن نہیں ہو سکتے، اور اگر وہ مطمئن ہو جائیں تو وہ مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں، لیکن ہمارے شمس العلماء صاحب نہ صرف انہیں محفوظ خیال کرتے ہیں بلکہ انکا دعویٰ ہے کہ ابتک زائرین وحجاج کی آمد و رفت بھی قائم رہی حالانکہ جنگ کے زمانہ میں حجاج جسقدر جا سکے انہیں مسلمان خوب جانتے ہیں،

آپ جس غدار شریف حسین کو سلطان حجاز کہتے ہوئے نہیں شرماتے اور جس نے خود بھی سلطان اور ملک حجاز کا لقب اختیار کیا ہے اسکے متعلق آپکو معلوم ہونا چاہیئے، کہ خود سلطان المعظم صرف خادم الحرمین الشریفین کے لقب پر اکتفا کرتے تھے اور اپنے نام کے ساتھ انہوں نے کبھی لقب سلطان حجاز نہیں لکھا، اور پھر شریف حسین کے متعلق تو رسول اللہ صلعم نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے، کہ

ھلاک امتی علی ید غلمہ من قریش	میری امت کی ہلاکت قریش کے چھوکروں کے
فلنۃ السراء دخنھا من تحت قدم	ہاتھ سے ہوگی، پوشیدہ فتنہ ہوگا، کہ جس کا نجار
رجل من اھل بیتی یزعم انہ منی	ایک سید کے پانوں کے نیچے ہے جو گمان کرتا ہے
ولیس منی وانما اولیائی المتقون	کہ وہ مجھسے ہے مگر وہ مجھ سے نہیں میرے دوست

تقوی کرنے والے ہیں،

اس کذب وافترا کے بعد مولوی محمد امین صاحب نے (صفحہ ۳ سے ۵ تک) نہایت دورنگی پالیسی سے مسلمانوں کو دنیا کے نشیب و فراز دکھائے ہیں کہیں تصویر کا رخ روشن دکھایا ہے، اور کہیں صبر و شکر کی تلقین کی ہے اور آخر میں یہ نتیجہ

نکالاہے کہ ترک ہارے ہیں اور ہار کی صلح کریں گے مفتوحہ ممالک انہیں واپس ملنا ایک خیال خام ہے ہندوستانی مسلمانوں پر ترکوں کی فتح و شکست سے کوئی اثر نہیں پڑتا، انہیں ہندوستان میں رہنا ہے اور یہیں مرنا ہے اپنی ترقی کیطرف متوجہ ہوں اور ترکوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں غرضنکہ ہر طرح یہ کوشش کی ہی کہ مسلمان ترکوں سے بریت کے تار بھیجنے لگیں، اور اس چراغ اسلامی کو بھی مٹ جانے دیں،

لیکن اس ضمیر فروشانہ مشورہ کو ہم نہیں سن سکتے، اور ایک منٹ کے لئے ہم ایسا کرنے کو تیار نہیں خدائے عزوجل نے مسلمانوں کو عقل عطا فرمائی ہے کہ وہ خود سوچیں اور اپنی قسمت کا فیصلہ کریں، اس نے شریعت غرا کو ان کے لیے مشعل راہ بنایا ہے کہ اس کی روشنی میں اپنا راستہ دیکھیں اور قرآن کریم و حدیث نبی انہیں عطا کی گئی ہیں کہ ان کی ہدایت میں راہ راست پر چلیں، لہٰذا ہمیں اپنی رائے سے کچھ تعلق نہ رکھنا چاہیئے، اور ہم مذہب اور اس کی پاک روایات پر اس بحث کو چھوڑ دیتے ہیں، ہر سمجھدار مسلمان نے دیکھا ہے کہ اسلام نے جو زریں اور بیش بہا اصول مسلمانان عالم کو مربوط و منضبط کرنے کے لئے مقرر کیا ہے وہ اتحاد اسلامی ہے، اسی عالمگیر اتحاد اسلامی میں مسلمانوں کی بقا اور ان کی فلاح و بہبود مضمر ہے، لیکن وا حسرتا کہ اس بیش بہا اصول کو مسلمان چھوڑ چکے اور انہوں نے اسکا بہت عبرتناک نتیجہ بھگت لیا، ابھی تک اسپین کی فضا میں اس آگ کے دھوئیں اور ان درد کی چیخوں کا اثر باقی ہے، جو مسلمانوں کے خاتمہ کے وقت ان کے گھروں میں لگائی گئی تھی، مگر افسوس کہ اس خروش الم اور دریائے خون کے طوفان نے دنیا کے دیگر مسلمانوں کو بیدار نہ کیا اور وہ اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کو نہ پہنچے اس کے بعد پھر تاتاری طوفان

نے بغداد کے تخت خلافت کو الٹ دیا، اور دجلہ کا پانی مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوگیا، مگر اس خون کی سرخی نے بھی ہماری سیہ بختی کے رنگ کو نہ پلٹا، اب آج ان تمام غفلتوں اور بے پروائیوں کی بدولت ہم قسطنطنیہ کے آخری لوائے اسلامی کو سرنگوں دیکھ رہے ہیں، مگر خدا کی لعنت ہو ان منافقوں پر جو آج بھی ہمکو خاموش کرنا چاہتے ہیں، اور اس محشرستان درد والم میں صبر وضبط کی تلقین کر رہے ہیں، اور ہمیں ہماری جائز اور مذہبی خواہشات کو قانون کے دائرے میں رہ کر پیش کرنے سے روکتے ہیں،

شمس العلما صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں، کہ "ظاہر ہے کہ ہم ٹرکی کی رعایا نہیں ہیں، نہ ان کی فتح وشکست سے ہمپر کوئی اثر پڑتا ہے، نہ ان سے نفع یا ضرر ہمکو تو ہندوستان میں رہنا ہے اور یہاں ہی مرنا یا جینا ہے، جن اقوام کی سلطنت روئے زمین پر نہیں آخر وہ کیونکر خوشحالی اور فارغ البالی سے رہتے ہیں کیسے ذی مقدور نزدیک و دور ہیں،، (پمفلٹ صفحہ ۵)

افسوس ہے کہ شمس العلما صاحب کو یہ رسالہ لکھنے میں جو آسانیاں حاصل ہیں وہ ہمکو حاصل نہیں، ورنہ ہم اسکا جواب صاف صاف دیتے، لیکن وہ کشتی کس طرح ساحل پر پہنچ سکتی ہے جو طوفان میں تھپیڑے کھارہی ہو اور جس کے بادبان ٹوٹ گئے ہوں، اور مصیبت یہ ہے کہ کشتیاں بھی میسر نہیں سے

شب تاریک و بیم موج گرداب چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

مگر تاہم ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا کعبہ جب ہندوستان سے باہر ہے تو ہماری برادری تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے تو ہم کیسے ہندوستان ہی کے ہو کر رہ سکتے ہیں جس طرح ہمیں اپنے ہندوستانی بھائی عزیز ہیں اسی طرح ہمیں تمام دنیا کے

مسلمان بھی عزیز ہیں ؎

چاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا
تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

جو شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو باہر کے مسلمانوں سے کوئی تعلق نہ رکھنا چاہیئے وہ یقیناً یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کو اسلام سے قطع تعلق کرلینا چاہیئے، اسکے سوا ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی یہ خواہش اگر پوری ہو جائے تو اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت مٹجائے، آخر وہ کیا شے ہے جو ایک طرابلسی کو ایک چینی سے، ایک امریکین کو ایک ایشیائی سے اور ایک بربر کے وحشی کو یورپ کے متمدن سے اسقدر نزدیک کرسکتی ہے، کہ دونوں میں کوئی فرق و امتیاز باقی نہ رہے؟ اس سوال کے جواب کا فخر صرف مسلمانوں کو حاصل ہے کہ انکا مذہب ایک حبل متین، ہے جو مختلف شعوب و قبائل کو ایک رشتہ میں باندہ لیتی ہے اور جسوقت امریکہ کا وحشی ٹرکی کے متمدن سے ملتا ہے تو کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں میں وطنی مغائرت کا کچھہ خیال بھی ہے یہی ایک مستحکم رشتہ ہے جسے چاہے کوئی سیاسی سمجھے یا مذہبی، مگر اس میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود پوشیدہ ہے اور اس وقت مسلمانوں کی حالت درست ہو سکتی ہے تو محض اسی طبیب کے معالجہ سے

شمس العلما صاحب کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر ترکوں کی فتح و شکست سے ہم پر وہ اثر پڑتا ہے جو پھول پر بہار و خزاں سے پڑتا ہے، ہندوستان اور اندلس کے مسلمان تو خصائص مذہبی کھو چکے اور انکا یہ حال ہے کہ جبلپور کی اسلامی انجمن (جس کے آنجناب صدر ہیں) سے (جس کے انتظام میں ایک ہائی سکول ہے) پوچھا کہ اگر آپ کے مدرسہ میں تار کا کام سکھایا جائے، تو آپ کس مضمون

کے بدلے اسے داخل کر سکتے ہیں، تو جواب دیا گیا کہ دینیات اور ڈرائینگ کا گھنٹہ اس کام کے لئے خالی کیا جا سکتا ہے یہ ہے اس ملک کے مسلمانوں کی مذہبی حالت جہاں کوئی مذہبی اقتدار باقی نہیں رہا، اور جہاں غریب مسلمانوں کو ایک شیخ الاسلام تک نصیب نہیں، اب آپ چاہتے ہیں کہ گہوارہ اسلام (عرب) اور عراق و شام و فلسطین سے بھی اسلام کے آثار متبرکہ مٹ جائیں، جن کا بقا صرف ترکی سلطنت کے وجود کے ساتھ ہے،؟

اس لغو بحث میں مولوی محمد امین صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "خدا کرے کہ میرا یہ خیال غلط نکلے کہ ٹرکی کے ساتھ رعایت نہ ہوگی، اس سے زیادہ مجھے اور سب مسلمانوں کو کیا خوشی کی بات ہوگی کہ ٹرکی کے ساتھ رعایت ہو، صفحہ ۳،

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ جملہ محض بدظنی کو رفع کرنے کے لئے لکھا گیا ہے یا کچھ اخوۃ اسلامی کا خیال آگیا مگر مولوی صاحب کو اپنی یہ مہربانی ملک حجاز ہی کے لئے مخصوص رکھنی چاہیئے، ترک بیچاروں کو یہ مہربانی نہ کام دے سکتی ہے نہ آجتک کوئی فائدہ پہنچا سکی، جب آپ خود یہ کہہ چکے ہیں کہ فاتحین کو اختیار ہے کہ ترکوں کا خاتمہ کر دیں، اور ہم کو بالکل تیار رہنا چاہیئے، کہ ٹرکی کے ساتھ دیگر سلطنتیں رعایت و نرمی نہ کریں گی،، تو پھر ان جملوں سے کیا فائدہ،

نشان برگ گل تک بھی نہ چھوڑ اس باغ میں گلچیں
تری قسمت سے جھگڑے ہو رہے ہیں باغبانوں میں

شمس العلماء صاحب کے قلم سے زور تحریر میں ایک بات بہت بے اختیار آ نکلی ہے اور واقعی سچی باتیں اسی طرح منہ سے نکل جاتی ہیں آپ لکھتے ہیں کہ "ہمارے پیغمبر صاحب نے کبھی دنیاوی سلطنتوں کی پرواہ نہیں کی بلکہ فرمایا اسلام غریب پیدا

ہوا ہے اور غریب ہو جائیگا سو خوسا حال غریبوں کا (صفحہ ۵)

اس قول مبارک کے لکھنے سے مولوی صاحب کا خیال یہ ہے کہ ترکوں کو مٹجانے دو مسلمانوں کو سلطنت کی ضرورت نہیں ہے لیکن افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے مطلب غلط سمجھا ہے، اصل میں بات یہ ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محض اسلیئے فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو دنیا اور اسکی مادی ہاؤ ہوتیوں کھینچ لیتی ہیں، جو مال و دولت اور جاہ و منزلت کو ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں انھیں معلوم ہو جانا چاہیئے کہ اسلام جیسی نعمت ان کو نہیں مل سکتی، اور نہ وہ مسلمان بن سکتے ہیں، مسلمان اگر ہیں تو غریب، کیونکہ ان کی کائنات تو خدا اور اس کا رسول ہے، لیکن اگر حضرت صلعم کے قول مبارک کا یہی مطلب ہوتا جو ہمارے شمس العلماء سمجھے ہیں تو غالباً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جرم ایک نہایت سنگین جرم ہے، لیکن حقیقتاً یہ محض دھوکا ہے، اور رسول مقبول کے مبارک ارشاد سے مسلمانوں کو غلط معنی سمجھائے جاتے ہیں، اور اگر بفرض محال رسول اللہ صلعم کا یہی منشا ہوتا تو خدائے بزرگ و برتر صاف صاف لفظوں میں یہ نہ کہتا،

ان الارض یرثھا عبادی الصالحون (۱۰۵:۲۱) یعنی خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین کے حقیقی وارث تو میرے صالح بندے ہیں (اور وہ مسلمان ہیں)

لیکن اگر آپ ہم کو یہ تلقین کرتے ہیں کہ اپنی باقیماندہ املاک کو چھوڑ دو اور غریب و مفلس بنجاؤ تو خدارا آپ ہی مثال قائم کر کے پنشن چھوڑ دیجیے، اور ٹیگور کی طرح ہمت کر کے خطاب بھی واپس کر دیجیے، اپنے بنگلہ اور کوٹ و پتلون کو بھی خیرباد کہہ کے ہیٹ کو ٹھوکر مار کر فقیری اختیار کر لیجیے کہ مال و دولت اور جاہ و مناصب مسلمانوں کے لیئے جائز نہیں اور پھر یہ تعلیم رہبانیت و افلاس تو آپ ان کو

دیکھئے جن کے پیغمبر (حضرت عیسیٰ) کی دعوت کا اصل اصول مسئلہ رہبانیت و ترک حکومت ہے،

اس ترک و تجرید کی تعلیم دیکر مولوی صاحب نے اپنی اخوۃ اسلامی کا ثبوت دیا ہے اور معلومات کے دفتر کھولے ہیں، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "واقعات سے آنکھ کیونکر بند کیجائے، اور روزمرہ کے حوادث سے عبرت کیونکر نہ لیجائے مسلم لیگ اور کانگریس شیر و شکر ہوگئیں، اور بڑے زور شور کی تقریریں اور لمبی چوڑی تحریریں ہوئیں، مگر آپ کو یاد ہوگا کہ سال پیوستہ جب خاص میٹنگ کانگریس کی ہوئی، اور تلاش پریزیڈنٹ کی درپیش تھی کوئی مسلمان تمام ہندوستان میں ایسا نظر نہ آیا کہ وہ منتخب ہوتا" (صفحہ ۶)

آنجناب سے یہ درخواست تو شاید کبھی نہیں کی گئی کہ آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھیر کر کسی کنج تاریک میں عزلت نشین ہوجایئے؟ مگر مصیبت تو یہ ہے کہ آپ نے خود آنکھیں بند کرلی ہیں، اور ادعائے بینائی کا یہ عالم ہے کہ جیسے دن کو تارے ملاحظہ فرمارہے ہیں مسلم لیگ اور کانگریس کے شیر و شکر ہوجانے کے معنی میں نہیں سمجھ سکتا، کہ آپ نے کیا لئے ہیں، لیکن سیاق عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابھی تک کانگریس اور لیگ کو دو فریق سمجھے ہوئے ہیں کہ ایک ہندوؤں کی ہے اور دوسری مسلمانوں کی، مگر شاید آپ کو نہیں معلوم کہ جس کو آپ کانگریس کہتے ہیں وہ انڈین نیشنل کانگریس ہے، اور کسی خاص قوم کی ملکیت نہیں، جناب کو افسوس ہے کہ جب تلاش پریزیڈنٹ کی درپیش تھی، تو کوئی مسلمان ہندوستان میں ایسا نظر نہ آیا کہ وہ منتخب ہوتا مسلمان سے مطلب شاید آپ خود ہیں ورنہ بمبئی کے خاص اجلاس میں جس کی طرف آپ کا اشارہ ہے سید حسن امام صدر تھے، اور کانگریس کی ۳۲ سالہ زندگی میں تقریباً ایک درجن،

مسلمان صدر اور چیرمین (استقبالی صدر) آپ کو مل سکتے ہیں، اگر آنکھیں کھول کر
تلاش کیجئے تو لیں، اس سیاسی تفریق و امتیاز کے بعد قومی اور لسانی افتراق
سے بھی مولوی صاحب نے ایک بحث فرمائی ہے اور واقعی عقل و فہم کی
تصویر کھینچدی ہے "پھر آرہ اور کرتار پور کے ظالمانہ اور وحشیانہ حرکتوں نے مسلمانوں
کے دلوں پر آرے چلادئے، محبان قوم نے پھر اپنی ان تھک کوششوں سے
صلح کرانی چاہی اور کچھ آنسو پوچھے، مگر ٹک بچئے تو کیا (خوب کیا ٹک ہے)
ہر جگہ سمیلن کے جلسے ہو رہے ہیں کہ ہندی زبان تمام ہندوستان کی ہو جائے
ریزولیوشن سینکڑوں پاس ہوتے ہیں اور گورنمنٹ کو مجبور کیا جاتا ہے
کہ اردو ہندوستان سے دگو یا دنیا سے) نیست و نابود ہو جائے، ہمفلٹ
صفحہ ۶

للہ آنکھیں کھلی رکھیئے اور ذرا صداقت سے کام لیجئے، اول تو کرتار پور اور
آرہ کے واقعات سے اور ہندی سے اور اردو سے کوئی تعلق نہیں اور دونوں
کا ایک جگہ ذکر کرنا خلط مبحث ہے لیکن قطع نظر اس کے آپ کو یہ غور کرنا
چاہیئے کہ ان واقعات کی نوعیت کیا ہے؟ آرہ اور کرتار پور کسی ہندو ریاست
میں نہیں بلکہ انگریزی سلطنت میں ہیں، اور اس سلطنت میں ہیں جہاں
ایک خفیہ سے خفیہ کارروائی کی خبر پولیس کے دفتر میں پہنچ جاتی ہے،
تا آنکہ ایڈیٹر تاج کی نقل و حرکت کی اطلاع بھی لازمی ہے اور چھوٹی چھوٹی
باتوں پر فوج اور مشین گن تک نوبت پہنچ جاتی ہے، مگر آرہ وغیرہ میں نہ وہ
پولیس کے جراثیم تھے نہ وہ مشین گنیں، ہم آرہ اور کرتار پور کے واقعات پر
ملامت بھی کرتے ہیں اور ان کو نہایت تکلیف دہ واقعات سمجھتے ہیں، مگر
کانپور اور کلکتہ کے واقعات ہماری نظر میں آرہ اور شاہ آباد سے زیادہ خونین

اور نفرت انگیز ہیں، اور وہ اس لیئے کہ آرہ میں ہمارے جاہل ہموطنوں نے ہم پر ظلم کئے، اور جب ہم کو موقع ملجاتا ہے تو ہمارے جہلا بھی ان کے ساتھ کچھ کمی نہیں کرتے، مگر کانپور وغیرہ مقامات میں ہمارے ان سرپرستوں نے گولیوں اور سنگینوں سے ہماری خبر لی ہے اور ہماری مذہبی عزت کو پامال کیا ہے جنہوں نے ہم سے مذہبی وقار و تقدس کو قائم رکھنے کا عہد کیا تھا، اور جو اپنی حکومت کو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی حکومت بتاتے ہیں،

ہندی اور اردو کے متعلق یہ عرض ہے کہ اگر ہندو ہندی کو ترقی دیتے ہیں تو آپ اردو کو بڑھایئے، شاید کسی ہندو نے مسلمان سے یہ درخواست تو نہیں کی کہ وہ اردو کو چھوڑ دے ہندی ہندوؤں کی قومی زبان ہے اس کو ترقی دینا ان کا قومی فرض ہے اور ان سے ہماری درخواست کہ ہندی کو چھوڑ دو بالکل اس کے ہم معنی ہے کہ ہم اپنی قومیت کو ترک کر دینے کا تقاضا کرتے ہیں اور میرے نزدیک یہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اردو کو بڑھائے، اور ہندی کو کمزور کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کی قومی زبان اردو ہے اور اردو کی ترقی مسلمانوں کے لیئے نہایت ضروری ہے، لیکن آپ تو بتایئے کہ آپ نے اردو کے لیئے کیا کوشش کی تو پھر ایسی حالت میں ہندوؤں سے شکایت کرنا فضول ہے

مولوی صاحب نے ہندوؤں کے تعصب کا بھی بہت کچھ ماتم کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ

"جب لوکل سلف اور میونسپل کے ممبر منتخب ہوتے ہیں، اسوقت اتحاد بالائے طاق اور محض بے بنیاد ہو جاتا ہے، پریزیڈنٹ یا وائس پریزیڈنٹ تو آپ غالباً ہندوستان میں عنقا سمجھئے، ان کا انتخاب محال نہیں تو دشوار ہے،

باایں ہمہ اتحاد کی ہر وقت پکار ہے، اگر کوئی پبلک سکول ہندو بھائیوں کے زیر اہتمام ہوتا ہے تو مسلمان لڑکوں کا وہاں گذر نہیں ہوتا، اگر کوئی پبلک بورڈنگ ہے تو اس کا بھی یہی رنگ ہے، وہاں جاؤ گے تو ایک بھی مسلمان لڑکا نہ پاؤ گے، نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ اگر کوئی پبلک لائبریری ہے تو اس میں کوئی ایسا اخبار جسکا ایڈیٹر مسلمان ہو نہیں جاتا، اور کسی مسلمان کو اس کی کمیٹی انتظامیہ کی ممبری کا اعزاز نہیں دیا جاتا، (پمفلٹ صفحہ ۶)

جس تعصب اور تنفر کا ذکر ہمارے شمس العلماء صاحب نے کیا ہے وہ ہندوؤں کے ایسے ہی تنگ نظر حضرات سے ظاہر ہوتا ہے جیسے خود جناب شمس العلماء صاحب ہیں ورنہ ہندوستان میں عام طور پر ہندوؤں اور مسلمانوں میں کوئی تناقص اور خبث نفس کا اظہار نہیں دیکھا جاتا، خود مولوی محمد امین صاحب جبلپور میں باوجود ہندوؤں کے غلبہ تعداد کے میونسپلٹی کے وائس پریسیڈنٹ رہ چکے ہیں اور خود ہی مستعفی ہوئے تھے بمبئی کے کارپوریشن کے پریسیڈنٹ بھی بہت سے مسلمان رہے ہیں، اور اگر شمس العلماء صاحب کو معلوم کرنے کی کوشش کریں تو اکثر مقامات پر مسلمانوں کو صدر اور نائب صدر دیکھیں گے، اسی طرح اخبارات کے متعلق بھی آپ نے اٹکل سے کہہ دیا ہے کہ کسی اخبار کا ایڈیٹر اگر مسلمان ہو تو ہندو لائبریری میں وہ نہیں منگایا جاتا حالانکہ مولانا واقعات کی طرف سے آنکھیں بند نہ کر لیتے تو دیکھتے کہ الہ آباد کے مشہور روزنامہ (انڈیپنڈنٹ) کے ایڈیٹر سید حسین ہیں اور شاید ۸۰ فیصدی اس کے ہندو خریدار ہیں، قطع نظر انگریزی اخبارات کے اردو روزنامہ اور جرائد کے بھی ایڈیٹر اکثر مسلمان ہوتے ہیں، چنانچہ دہلی کے مشہور روزنامہ کانگریس کے ایڈیٹر مولوی عارف حسن ہسوی ہیں، حالانکہ اس کے مالکان ہندو ہیں

پھر آپ دفتر میں جایئے اور پوچھئے کہ اس کے کسقدر ہندو خریدار ہیں، لیکن کسقدر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے شمس العلماء صاحب دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں مگر خود ان کی اسلامی ہمدردی کا یہ عالم ہے کہ ایک دفعہ خود دعوے سے فرمایا تھا کہ میں نے آج تک کوئی مسلمان ملازم نہیں رکھا!!

اس داستان عصبیت کے آخر میں مولوی صاحب نے ایک بڑا تاریخی واقعہ بیان کیا ہے اور وہ یہ کہ مولوی صاحب غدر ۵۷ء کے بعد پیدا ہوئے تھے واقعی وفادار لوگ غدر یا بغاوت کے زمانہ میں پیدا نہیں ہوتے، مگر جناب کو نہیں معلوم کہ آج کل بھی گورنمنٹ کے اعلان کے مطابق لاہور اور پنجاب میں کھلی ہوئی بغاوت ہے.........

ان تمام تمہیدوں کے بعد آپ نے اس اصل موضوع کی طرف رجوع فرمایا ہے جو رسالہ کی تصنیف کا محرک اصلی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "ستیاگرہ کو آجکل ذریعہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے اتحاد کا قرار دیا گیا ہے میرے نزدیک اس سے زیادہ حماقت کی کوئی پولیٹکل تحریک آج تک ہندوستان میں پیش نہیں ہوئی، جن مہاتماؤں نے اسے ایجاد کیا ہے انہوں نے اس دور دراز اور پُر از فساد کی جانچ نہیں کی،" (صفحہ ۷)

ہم حیران ہیں کہ اگر شمس العلماء صاحب ستیاگرہ کو نہیں سمجھ سکے تو وہ اسکے متعلق اس قدر ذلیل رائے کیوں رکھتے ہیں؟ اول تو ستیاگرہ کی تحریک ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتفاق کے لئے نہ تھی بلکہ وہ تو اس ظالمانہ اور غیر منصفانہ قانون کی مخالفت کے لئے تھی (یعنی رولٹ قانون) لہذا ایسی تحریک میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد و متفق ہو جانا لازم تھا، اور اگر وہ اس میں ساتھ نہ ہوتے تو یقیناً ان کی ذلت کی اس سے بڑھکر کوئی علامت نہیں ہو سکتی تھی، آپ کہتے ہیں کہ

کہ ستیاگرہ یعنی استعانت بالصبر ایک احمقانہ تحریک ہے سب سے پہلے تو آپ کو اپنے الفاظ درست کرنے چاہئیں اس قسم کے جملے استعمال کرنا شریفوں کا شیوہ نہیں ہے، اگر ہم آپ کی شان میں احمق یا بیوقوف کا لفظ استعمال کریں تو آپ ہتک عزت کا دعوے کر دیں، مگر برخلاف اس کے آپ اس شخص اپنی اس خیالی حماقت منسوب کرتے ہیں جو نہ وطن فروش ہے اور نہ اس نے مذہب و ایمان کا جوا کھیلا ہے! مہاتما گاندہی جنہوں نے رولٹ ایکٹ کے خلاف ستیاگرہ کی تحریک کی ہے اپنے ایمان اور اپنی حب الوطنی پر اپنی جان و مال قربان کر چکے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ آپ سے زیادہ قابل اور سمجھدار ہیں، لیکن آپ انہیں احمق خیال کرتے ہیں ؟ مگر قطع نظر اسکے کہ ستیاگرہ کی تحریک ہندوستان میں کس نے کی ہے مجھے آپ کو یہ بتانا ہے کہ ستیاگرہ کیا شے ہے، جسے آپ حماقت سے تعبیر کرتے ہیں یہ وہ چیز ہے جس کی طرف خدائے بزرگ و برتر نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے،

اذا جاءکم مصیبة فاستعینوا بالصبر والصلوٰة ۰	جب تم پر کوئی مصیبت آئے تو صبر و صلوٰۃ سے اسکا مقابلہ کرو،

اسی طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے

شکونا الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قلنا له الا تستنصر لنا الا تدعو الله لنا، قال کان الرجل فیمن قبلکم یحفر له فی الارض فیجعل فیه فیجاء بالمنشار فیوضع علی راسه فیشق باثنین وما یصده	ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ آپ ہمارے لئے خدا سے مدد نہیں مانگتے؟ اور اسکی درگاہ میں دعا نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا کہ پہلے ایسے راسخ العقیدہ لوگ تھے کہ انہیں گڑھے کھود کر اسمیں ڈالدیا جاتا تھا اور آرہ سے انکے سر کے دو ٹکڑے

ذلك من دينه ويمشط بامشاط
الحديد ما دون لحمه من عظم
وعصب ما يصده ذلك من دينه
والله ليتمن هذا الامر حتى يسير
الراكب من صنعاء الى حضرموت
لا يخاف الا الله

(بخاری جزو۴ صفحہ ۱۰۳)

کر دئے جاتے تھے لیکن یہ تکلیف بھی انکو راہ راست
سے علیحدہ نہیں کر سکتی تھی، پھر لوہے کی کنگھیاں
ان کے جسم پر چلائی جاتی تھیں جو ان کے گوشت
اور رگوں کو ہڈیوں سے جدا کر دیتی تھیں مگر یہ بھی انکو
دین سے نہیں پھیر سکتی تھیں، خدا کی قسم اسی استقامت اور
رجوع اعتقاد سے دین اسلام اسقدر غالب ہوگا کہ
صنعاء سے حضرموت تک ایک سوار بلا کسی خوف
وخطر کے اسطرح جائیگا کہ خدا کے سوا کسی کا انکو
ڈر نہ ہوگا،

لیکن آپ اسی ستیاگرہ کو حماقت تصور کرتے ہیں جو استعانت بالصبر والصلوٰۃ کی سنسکرت ہے اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترقی اسلام کا ذریعہ بتاتے ہیں کیا آپ وہ زمانہ بھول گئے جبکہ حضرت بلالؓ کو تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر ان کے سینہ پر وزنی پتھر رکھا جاتا تھا، تاہم سختی بھی ان کو دین حق سے نہ پھیر سکی اور وہ اسلام پر قائم رہے؟ کیا آپ وہ زمانہ بھول گئے جبکہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ قرآن شریف پڑھنے کے لئے حرم محترم میں جاتے تھے اور کفار قریش انکو مارتے مارتے زخمی کر دیتے تھے، مگر وہ تلاوت سے باز نہ آتے، اور برابر اپنے اعلائے کلمۃ اللہ پر مستقیم رہے؟ کیا آپ اسوقت کو بھول گئے جبکہ خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم سختیاں کی گئیں، اور شعب ابوطالب میں انکو تین سال تک اپنے اعزا و اقربا سمیت مقید رہنا پڑا، مگر آپ نے اپنی دعوت حقہ کو برابر جاری رکھا، اور آخر کامیاب ہوئے، لیکن آپ نے تمام واقعات کو بھلا دیا، اور اسی استعانت بالصبر کو جس نے لوائے اسلامی کو بلند کیا ہے حماقت کہہ دیا

آپ اعتراض کریں گے کہ گاندھی کی ستیاگرہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت
واستعانت سے کیا نسبت، لیکن یہ محض ایک بہانہ ہے، ورنہ جو نسبت آفتاب
کو ایک ذرہ سے ہے وہی استقامت رسول کو آج کل کے ستیاگرہ سے ہے،

آگے چلکر ہمارے شمس العلماء صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ "اس
تحریک سے نہ کوئی ماڈریٹ متفق ہوا اور نہ اکسٹریمسٹ کا" لیکن ان محبان وطن
نے جہالت و ناواقفیت سے ستیاگرہ کو احمقانہ تحریک نہیں سمجھا تھا، بلکہ وہ اسے
اسقدر عالی مرتبہ روحانی مقابلہ سمجھتے تھے کہ جس کی برداشت عوام نہیں
کر سکتے"۔

خدارا آپ آنکھیں کھولیے اور معلوم کیجیے کہ ہنگاموں کی ابتدا کیونکر ہوئی،
اور کس طرح بے ضرر مجامع کو مشتعل کیا گیا،

ایک جگہ ہمارے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ "بعض لوگ یہ کہتے ہیں
کہ موقع کے حکام اور وایسرائے نے ضرورت سے زیادہ سختی پنجاب میں کی،
سبحان اللہ ذرا انصاف کرو کہ کوئی حاکم ایسا کر سکتا ہے کہ کشت وخون، آتش زدگی
لوٹ مار، ریل کی اور تار کی اکھاڑ پچھاڑ کو کھڑا ہوا دیکھے اور اپنے اختیارات
ضروری جو ایسے ہی وقت کے لیے اسی دئے گئے ہیں عمل میں نہ لائے
ایسا حاکم تو میرے نزدیک نکالدینے کے قابل ہوگا، (صفحہ ۹)

مولانا صاحب ابھی حال ہی میں لندن اور پیرس میں بھی ہنگامے ہوئے
ہیں ذرا وہاں کی پولیس اور سرکاری حکام کا طرز عمل دیکھیے بعد میں پنجاب
کی حکومت کی کارروائیوں پر نظر ڈالیے، اور پھر زبان کھولیے،

رولٹ ایکٹ کی تعریف میں مولوی صاحب نے فرمایا ہے
کہ "کہا یہ جاتا ہے کہ رولٹ ایکٹ کے پاس ہونے سے یہ اثر ہو

کہ وہ ایکٹ پاس تو ضرور ہوا، اور غیر معمولی جلدی سے پاس ہوا اگر گورنمنٹ نے بیحد صبر و تحمل سے کام لیا، اس کو صرف تین سال کے لیئے محدود کردیا اور اب تک وہ نافذ نہیں ہوا، جب وہ نافذ ہی نہیں ہوا تو اس کا اثر قبل از مرگ واویلا ہے،، (صفحہ ۷)

سبحان اللہ اگر یہی صبر و تحمل ہے تو وہ غیظ و غضب کیسا ہوگا حکومت نے تو عمر بھر کے لیئے ارادہ کیا تھا، مگر غیر سرکاری نمایندوں کی واویلا سے وہ تین سال کے لئے محدود کردیا گیا، اور گورنمنٹ کے صبر و تحمل کا حال تو یہ ہے کہ

بمرگش بگیر تابہ تپ راضی شود

ہمارے مکرم نے رولٹ ایکٹ پر مزید روشنی بھی ڈالی ہے اور انکا یہ خیال ہے کہ رولٹ ایکٹ تو حکومت کے منتشر قوانین کو جمع کرنے کے لیئے پاس کیا گیا ہے ورنہ گورنمنٹ کو ۱۸۰۴؁ء سے ہر قسم کے اختیارات حاصل ہیں،،

بات تو خوب پیدا کی ہے بشرطیکہ سچ ہو، یہ دلیل تو وایسرائے کے دماغ میں بھی نہ آئی ہوگی،،!!

رسالہ ختم کرتے ہوئے مولوی صاحب نے ایک عجیب و غریب راز قرآنی کو طشت از بام فرمایا ہے، وہ کہتے ہیں، ”مسلمانوں سے یہ عرض ہے کہ قرآن شریف صاف بتا رہا ہے کہ ایسے جرائم کی ہمارے مذہب میں کیا سزا ہے (جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین پر فساد کرتے ہیں، انکی سزا یہی ہے کہ یا تو قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا جلاوطن کر دیئے جائیں) دوسری جگہ قرآن شریف میں آیا ہے واللہ

فساد کو دوست نہیں رکھتا) ایسی اور بہت سی آیتیں ہیں، پس ان احکام سے ہر مسلمان پر فرض دینی ہے کہ وڈرے اور اس شرکت اور اتحاد بیجا سے بچے، (صفحہ ۹)

شاید مولانا نے خدا اور رسول سے خدائے شملہ اور رسول پچیز ہی مراد لئے ہیں ؟ لیکن قرآن شریف میں خدا سے مراد وہ کریم و کارساز ہے جس کی قدرت کے آگے، دنیا کی سب قوتیں ہیچ ہیں، اور رسول سے مراد وہ مقدس اور برحق ذات ہے جس نے اسلام کا سیدھا اور صاف راستہ دنیا کو بتایا، ہم وفاداری کو مذہبی جذبات کے بعد جگہ دیتے ہیں مگر حکام کو نہ خدا اور رسول بناتے ہیں اور نہ احکام حکومت کو وحی آلٰہی سمجھنا ہمارا ایمان ہے حکومت بہت سے معاملات میں غلطی کرتی ہے اور کر سکتی ہے اس کو اپنے سچے اور جائز مطالبات و داعیات سے آگاہ کرنا ہمارا فرض ہے اور عین وفاداری ہے، لیکن نہ احکام قرآنی کی تحریف ہمارا شیوہ ہے اور نہ خوشامد ہمارا شعار

ستیاگرہ کے متعلق میں کہتا ہوں کہ اس میں شریک ہونا مسلمانوں کا دینی فرض ہے اور اس لیے دینی فرض ہے کہ جب خدا کی زمین پر ظلم و زیادتی ہونے لگتی ہے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کے خلاف ہوں اور اسکا تدارک کریں، اور یہی جہاد فی سبیل اللہ ہے، اور آنحضرت کا ارشاد ہے کہ

افضل الناس مومن من یجاھد فی سبیل اللہ	وہ مومن سب سے زیادہ افضل و برتر ہے جو خدا کی راہ میں جہاد کرے،

اور پھر اس حالت میں جبکہ رولٹ ایکٹ سے مسلمانوں کی وہ زبان بند ہو جاتی ہو جس کو اب کھل جانا چاہیئے، کہ ان کا مذہب خطرہ میں ہے ایسے ہی مذہب فروش مسلمانون کے لیے رسول اکرم کی پیشینگوئی ہے کہ

لیۃ شعری حین یصیرون صنفین صنفا ناصحی نحو دھم فی سبیل اللہ وصنفاً عملا لنصیب اللہ

آہ. افسوس کہ میری امت دو قسموں میں منقسم ہو جائیگی ایک وہ ہوں گے جو اپنی گردنیں خدا کی راہ میں قربان کردیں گے، اور دوسرے وہ جو غیر اللہ کی طرف کام کرتے ہوں گے،

آخر میں ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی پابندی کیساتھ حکومت کا وفادار رکھے،

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین (آمین ثم آمین)

اے ہمارے معبود! اگر ہم سے کبھی کوئی غلطی سرزد ہو جائے یا ہم سے کبھی کوئی بھول چوک ہو تو مواخذہ نہ کیجو کیونکہ تیرا مواخذہ سخت اور شدید ہوتا ہے اے ہمارے مولا! تو ہمارے اوپر ایسا بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہمارے اگلوں پر ڈالا تھا کیونکہ ہم ضعیف و ناتوان ہیں اے ہمارے مالک اور اے غفور الرحیم ہمارے گناہوں کو معاف فرما اور معاصی سے جو زندگی کے ہر لمحہ میں مرکوز ہیں چشم پوشی کر اے ہمارے والی و وارث ہم پر رحم فرما اور کفار پر (جو تیرے دشمن ہیں) ہمیں فتح و نصرت عطا کر کہ تیری زمین پر صرف ہم ہی تیری بندگی کرنیوالے اور تجھے پکارنیوالے ہیں (آمین ثم آمین)

پندرہ آدمیوں کا جلسہ

انجمن اسلامیہ جبلپور کی عمارت میں ۲۹ مئی سنہ ۱۹۱۹ء کی صبح کو ایک جلسہ منعقد ہوا، بے انتہا کوششوں کے بعد اور اکثر اصحاب کو دو دو مرتبہ آدمی بھیجکر

بلانے کے باوجود حسب ذیل حضرات شریک جلسہ ہو سکے،
شمس العلما محمد امین صاحب، ذاکر علی صاحب ڈپٹی کمشنر دموہ، تاج الدین صاحب ایڈیٹر تاج، منشی جان محمد صاحب ٹھیکیدار، طیب علی صاحب، حافظ عبدالشکور صاحب، منشی محمد حسین صاحب، مولوی منظہر الحسن صاحب، منشی محمد ادریس صاحب اور چند ملازمین انجمن،

شمس العلما صاحب کے فرمانے پر عام جلسوں کے قواعد کے خلاف بلا انتخاب کئے ہوئے جناب ذاکر علی صاحب نے کرسی صدارت کو زینت بخشی اذاں بعد آپ نے بحیثیت صدر شمس العلما صاحب کی مدح سرائی فرمائی اور اہل ہنود کی مذمت فرماتے ہوئے شمس العلما صاحب سے التدعا کی کہ وہ اپنے شائع کردہ پمفلٹ کو حاضرین جلسہ کے روبرو پڑھ کر سنائیں،

شمس العلما صاحب نے اپنا رسالہ پڑھنے کے قبل ایک دلچسپ اور معنی خیز تقریر فرمائی، اور اپنی آزاد خیالی کا حاضرین کو پرزور الفاظ میں یقین دلایا، اور اپنی زندگی کے قدیم واقعات پیش کر کے اپنے کو اسلامی تعلیم اور مسلمانوں کی ہمدردی کا مجسم نمونہ ثابت کیا، اس کے بعد آپ نے پمفلٹ پڑھکر سنایا جس میں اپنے خیال کے مطابق واقعات کی صورت بدل کر عوام کو حیرت میں ڈالنے، ہندو و مسلم کے موجودہ اتفاق کو توڑنے اور حکومت کے طرز عمل کو ہر طرح برحق بجانب ثابت کرنے کی کوشش کے سوا کچھ نہ تھا اسکے علاوہ مہاتما گاندھی کی تحریک کو بھی غلط اور لغو ثابت کیا گیا تھا، غرض یہ کہ ایک خطاب یافتہ پنشنر بزرگ سے جو توقعات کی جا سکتی تھیں ان کی بالکل صحیح مثال قائم کر دی

چونکہ جلسہ کے افتتاح سے قبل جناب "خود ساختہ" صدر نے اسکا اعلان

کر دیا تھا کہ یہاں تقریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے صرف تبادلہ خیال کے لیئے معمولی باہمی گفتگو ہوگی، اس لیئے اور نیز اس خیال سے کہ ان چند آدمیوں میں بحث و مباحثہ کرنے میں بجز تضییع اوقات کوئی نتیجہ نہیں، کسی نے بھی تقریر نہ کی، اور جلسہ نہایت کامیابی کے ساتھ برخاست ہوا،

بازاری افواہ ہے اور خدا معلوم کہاں تک صحیح ہے کہ ہفتہ گذشتہ میں صوبہ متوسط کے تین مسلمان بزرگوں کو جن میں سے دو شریک جلسہ تھے لوکل گورنمنٹ نے پچمڑہی بلایا تھا، اگر یہ غلط ہے تو سرکاری طور پر اس کی تردید کر دینی مناسب ہوگی، (تاج مورخہ ۸ر جون ۱۹۱۹ء)

سرکاری ملازم اور عملی سیاست

سنا ہے کہ ذاکر علی صاحب ڈپٹی کمشنر دموہ نے ستیاگرہ کی مخالفت میں اسی ہفتہ سے عملی کام شروع کر دیا ہے اور لگے ہاتھوں مقامات مقدسہ اور خلافت کے اہم مسائل دینی کی طرف بھی توجہ فرما کر مسلمانوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں اور انکے ساتھ ساتھ صوبہ متوسط کے نامور شمس العلما، مولوی محمد امین صاحب بھی اپنی قابلیت اور نکتہ سنجی سے مضامین تازہ کے انبار لگا رہے ہیں! ایسی حالت میں جبکہ سرحد پر جنگ ہو رہی ہے اور ضرورت ہے کہ حکومت اپنے رویہ کو بدلکر امن و سکون پیدا کرے ہمیں افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی خاموشی سے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کر رہی ہے کہ وہ اس کی آڑ میں شکار کھیلیں اور پھر سی پی میں بھی جواب تک بالکل خاموش رہا ہے وہی ہنگامہ ہوں اور جس طرح دہلی کی سرزمین پر معصوم بچوں کا خون بہا اور جس طرح پنجاب وغیرہ

ہیں ہنگامے ہوئے کیونکہ جب لوگوں کے جذبات کے خلاف تقریریں کی جائیں گی اوران کے اشتعال کے سامان ہوں گے، تواس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ، پس ہم مقامی حکومت کو دوستانہ اور وفادارانہ مشورہ دیتے ہیں کہ جس طرح وہ صدائے حق کو روکتی ہے اسی طرح حکومت کے خلاف جوآوازیں بلند ہوں انہیں بھی روکے، علاوہ ازیں جب سرکاری ملازم پیشہ جماعت سیاسی تحریکوں میں حکماً حصہ نہیں لے سکتی، اورجب لیتی ہے توحکومت ہرممکن طریقہ سے سرزنش کرتی ہے، لہٰذا جوحضرات اب سیاسی تحریکوں میں حصہ لے رہے ہیں انکو تنبیہ کرے، کہ باز آجائیں ورنہ پھرخواہ مخواہ مخالفتیں ہونگی، (غیر معمولی ضمیمہ تاج مورخہ ۸ رجون ۱۹ء)

صوبہ متوسط میں فتنہ کی ترقی

امید کے موافق ذاکر علی صاحب ڈپٹی کمشنر وشمس العلماء محمد امین صاحب برابر خلافت ممالک اسلامی اور مقامات مقدسہ کے متعلق اپنی غلط بیانی کی تحریک کو برابر جاری رکھ رہے ہیں، اور آخری خبروں سے معلوم ہوا کہ شمس العلماء صاحب سیٹھ طیب علی (تیل والے) کی موٹر پر دموہ پہنچے، اور دوسرے تیسرے روز دموہ میں بھی جلسہ منعقد ہوا، جلسے میں سنا ہے کہ تیس آدمی تھے، اورگو عام طورپر مسلمان ان حضرات کی تحریک سے نفرت کرتے ہیں، لیکن ذاکر علی صاحب اس ضلع کے ڈپٹی کمشنر رہے ہیں اسلئے وہاں کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ عام مخالفت کیجاوے، دوسرے مقامات پر سنا ہے کہ مسلمان ان حضرات کی اس تحریک کے خلاف جلسے کرنے کی کوشش کررہے ہیں، ہم حکومت کو دوبارہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اب بھی ان بزرگوں کو

ور خصوصاً اپنے ملازم ڈپٹی کمشنر ذاکر علی صاحب کو) ان کی حرکات سے روکے
نہ صوبہ متوسط میں ایک عام بے چینی کا اظہار کرنے پر مسلمان مجبور ہونگے
یقیناً اس وقت کے لیئے موزوں نہیں ہے، قانون اصلاحات کے پارلیمنٹ
پیش ہو جانے کی وجہ سے عوام کی توجہ سیاہ قانون اور مسائل ضلع سے
ہٹ کر اس جانب ہو گئی، ایسی حالت میں ان حضرات کی تحریکیں یقیناً
اس صوبہ میں نئے سرے سے فتنہ کو پیدا کرنے کا ذریعہ ہوں گی،

(غیر معمولی ضمیمہ تاج مورخہ ۸ر جون ۱۹۱۹ء)

تاج کا ذکر ایوان کونسل میں

مجلس واضعان آئین و قوانین ممالک متوسط کے جلسے میں کچھ دلچسپ سوالات کیئے گئے جن کا جواب نہایت اقتدار پسندی کے ساتھ جس کی ہماری حکومت عادی ہے دیا گیا،

آنریبل گوبند لال پروہت نے دریافت کیا کہ

(الف) کیا گورنمنٹ کی توجہ پمفلٹ مورخہ ۲۲ر مئی ۱۹۱۹ء کی جانب مبذول کرائی گئی ہے جس کو شمس العلماء مولوی محمد امین صاحب نے شایع کیا تھا،

(ب) کیا گورنمنٹ کے پاس کوئی ریزولیوشن کسی سمیلن کی جانب سے موصول ہوئے ہیں جس میں گورنمنٹ سے یہ درخواست کی گئی ہے کہ اردو زبان کو ممالک متوسط سے خارج کر دیا جائے، جیسا کہ متذکرہ بالا شمس العلماء نے متذکرہ پمفلٹ میں بیان کیا،

آنریبل مسٹر سلوک نے جواب دیا کہ

(الف) گورنمنٹ نے وہ پمفلٹ دیکھا ہے جو شمس العلما، محمد امین نے ۲۲ر تاریخ کو شایع کیا ہے،

(ب) اردو زبان کی موقوفی کے متعلق کسی سمیلن نے اس حکومت کو نہیں بھیجا،

آنربیل راؤ بہادر این کے کیلکر نے دریافت کیا

(الف) کیا گورنمنٹ کی توجہ مسلمانان سی۔ پی و برار کے اس اپیل مورخہ ۲۲ر مئی ۱۹۱۹ء کی جانب منعطف ہوئی ہے جو شمس العلما، محمد امین کے نام سے شایع ہوا ہے،

(ب) اگر حصہ الف کا جواب اثبات میں ہے تو کیا مہربانی فرما کر گورنمنٹ یہ بتائیگی کہ کیا متذکرہ بالا اپیل بکثرت شایع ہوا ہے،

(ج) کیا یہ امر واقعہ ہے کہ مندرجہ بالا اپیل کے فقرے ۵ کے بیانات سے اہل ہنود کے جذبات کو غالباً صدمہ پہونچیگا، اور وہ دوسری طرح بھی قابل اعتراض ہے،

(د) کیا اس اپیل کا دستخط کنندہ ریٹائرڈ گورنمنٹ آفیسر ہے جو کسی وقت میں ڈسٹرکٹ و سشن جج کے ذمہ دار عہدہ پر ممتاز تھا،

(ہ) کیا پنشن کی یہ شرط نہیں ہے کہ پنشنر سرکاری ملازم کوئی کام ایسا نکرے جس سے قومی جذبات کو صدمہ یا اشتعال پیدا ہو،

(و) کیا گورنمنٹ مہربانی فرما کر اس امر پر غور کریگی کہ اس اپیل کے فقرے ۵ کی اشاعت کو روکا یا موقوف کیا جائے،

آنریبل مسٹر سلوکاک نے جواب دیا،

(الف) جواب اثبات میں ہے،

(ب) گورنمنٹ کو اس امر کی کوئی اطلاع نہیں ہے،

(ج) شمس العلما محمد امین پنشن لینے سے قبل ڈسٹرکٹ جج کے عہدہ پر تھے،

(د) عطائے پنشن کے متعلق شرائط فقرہ ۳۵۱ قواعد سول سروس میں درج ہیں انکو آنریبل ممبر ملاحظہ کرلیں،

(ہ و) پمفلٹ کو ایک مسلمان نے لکھا تھا اور اس میں اس کی ذاتی رائے ہے، گورنمنٹ یہ خیال نہیں کرتی کہ جو خیالات اس نے ظاہر کئے ہیں ان کے متعلق گورنمنٹ کو کسی کارروائی کرنے کی ضرورت نہیں،

آنریبل راؤ بہادر این کیلکر نے دریافت کیا،

(الف) کیا گورنمنٹ کی توجہ ان جلسوں کی طرف مبذول ہوئی ہے جو انجمن اسلامیہ جبلپور اور دموہ میں منعقد ہوئے ہیں اور جنکی کارروائی اخبار "تاج" جبلپور مورخہ ۸ جون ۱۹ء میں شایع ہوئی ہے،

(ب) کیا مہربانی کرکے گورنمنٹ یہ بتائیگی کہ رپورٹ مندرجہ اخبار "تاج" میں جو واقعات شایع ہوئے ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں،

(ج) کیا یہ امر واقعہ ہے کہ سرکاری ملازم ضابطے کی رو سے پبلک جلسوں میں کوئی عملی حصہ لینے اور ان میں کوئی ایسا کام کرنے سے باز رکھے گئے ہیں جس سے کسی جماعت کے قومی جذبات کو صدمہ پہونچنے کا اندیشہ ہو،

(د) کیا گورنمنٹ مہربانی کرکے اس امر پر غور کرے گی کہ سرکاری ملازموں کو ایسے جلسوں میں حصہ لینے سے ممانعت کردے،

آنریبل مسٹر سلوک نے جواب دیا.

(الف) جواب اثبات میں ہے،

(ب) گورنمنٹ اس امر سے آگاہ ہے کہ مسلمانوں کے جلسے دو متذکرہ بالا اصحاب

نے منعقد کئے اور جلسہ کی اس کارروائی کو جو اخبار میں شایع ہوئی ہے تسلیم نہیں کرتی،

(ج و د) جلسہ مسلمانوں کا تھا نہ کہ عام پبلک کا اور وہ حکومت کی منظوری سے منعقد ہوا تھا

آنریبل راؤ بہادر این کے کیلکر نے دریافت کیا کہ

(الف) کیا یہ خبر جو اخبار تاج جبل پور مورخہ ۸ جون ۱۹۳۸ء میں شایع ہوئی ہے کہ گورنمنٹ نے پچھڑی میں سربر آوردہ مسلمانوں کی کانفرنس منعقد کی تھی صحیح ہے یا نہیں،

(ب) اگر الف کا جواب اثبات میں ہے تو کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے بیان کرے گی کہ یہ کانفرنس کس غرض سے کی گئی تھی، اور اس کانفرنس کی کارروائی کیا میز پر رکھی جائیگی

آنریبل مسٹر سلوکاک نے جواب دیا،

(الف) صاحب چیف کمشنر نے اپنے اپنے خاص افسروں سے کہا تھا کہ ماہ مئی میں پچھڑی میں ان سے ملیں، دو یا تین مسلمان اصحاب کو جو گورنمنٹ کی ملازمت سے پنشن لے چکے تھے بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی،

(ب) محکمے کے افسر اعلیٰ اور اسکے افسروں کے مابین جو گفت و شنید ہوئی اسکی تفصیلات کو پبلک کرنے کے لئے گورنمنٹ تیار نہیں ہے لیکن میں یہ بتا سکتا ہوں کہ اس جلسے میں صرف انہی معاملات میں مشاورت کی گئی جنکا اثر محض مسلم جماعت پر پڑتا ہے مسٹر عظیم الدین خان زیر قواعد تحفظ ہند چھندواڑہ سے خارج البلد کئے گئے تھے ان کی لوکل گورنمنٹ سے جو خط و کتابت ہوئی تھی وہ اخبار "تاج" مورخہ ۸ مئی ۱۹۳۸ء میں تمام و کمال شایع ہوئی ہے لیکن گورنمنٹ ممالک متوسط نے اس تنقیح سے گریز کیا جیسا کہ مندرجہ ذیل سوال و جواب سے معلوم ہوگا،

آنریبل راؤ بہادر این کے کیلکر نے دریافت کیا،

(الف) کیا مہربانی کر کے گورنمنٹ یہ بیان کرے گی کہ کیا گذشتہ سال کے دوران میں کوئی شخص صوبہ متوسط و برار میں زیر قانون تحفظ ہند نظر بند کیا گیا،

(ب) اگر ایسا ہوا تو کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے بتائے گی کہ ایسے لوگوں کے نام یا تعداد کیا ہے،

(ج) کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے یہ بتائے گی کہ کیا نظر بند یا خارج البلد کردہ اشخاص کو یہ موقعہ دیا گیا تھا کہ وہ نظر بندی یا اخراج کے احکام کے خلاف وجوہات پیش کریں،

آنربیل مسٹر سلوکاک نے جواب دیا

صوبہ متوسط و برار میں کوئی شخص زیر قانون تحفظ ہند گذشتہ سال نظر بند نہیں کیا گیا

آنربیل راؤ بہادر این کے کیلکر نے دریافت کیا کہ

(الف) کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے یہ بتائیگی کہ کیا گذشتہ سال میں کسی مطبع یا اخبار کے مالک یا پبلشر سے گذشتہ سال ضمانت طلب کی گئی تھی اگر ایسا ہوا تھا تو کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے یہ بتائیگی کہ ایسے مالکان یا پبلشروں کے نام کیا ہیں، اور ان سے کیا کیا ضمانتیں طلب ہوئیں،

(ب) کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے یہ بتائیگی کہ کیا کسی مالک یا پبلشر سے ہر ایک سے کس کس قدر ضمانت طلب ہوئی،

(ج) کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے یہ بتائیگی کہ کیا گذشتہ سال میں کسی مطبع یا اخبار کے مالک یا پبلشر کی داخل کردہ ضمانت ضبط ہوئی تھی، اگر ایسا ہوا تھا تو کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے ہر مالک یا پبلشر کا نام اور ضبط شدہ رقم کی تعداد بتلائیگی،

(د) اگر الف ب ج کا جواب اثبات میں ہو تو کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے یہ بتائے گی کہ کیا اشخاص متعلقہ کو تنبیہ کی گئی تھی، یا حکم کے خلاف وجہ ظاہر کرنیکا موقعہ دیا گیا تھا۔

(ہ) اگر د کا جواب نفی میں ہو تو کیا گورنمنٹ مہربانی کر کے پریوی کونسل کے ججوں کے اس ریمارک کی پیروی کرنیکی مناسبت پر غور کریگی جو حال میں نیو انڈیا کے مقدمہ میں (مسز اینی بسنٹ بنام ایڈوکیٹ جنرل اور وکیل سرکار مدراس) جو حال میں فیصل ہوا ہے کہ ایسے مقدمات میں

اشخاص متعلقہ کو پہلے اپنے جوابات پیش کرنیکا موقعہ دینا چاہیئے،

آنریبل مسٹر سلوکاک نے جواب دیا کہ

الف اور ج گوشوارہ جس میں ان مالکان مطابع وپبلشروں کا نام درج ہے جن سے ضمانت طلب ہوئی، یا جنکی ضمانت ضبط ہوئی اور ہر مقدمے کی ضمانت کی رقم بھی درج ہے پیش کیا جاتا ہے،

(ب) کوئی خاص احکام مستثنےٰ کرنے کے لیئے نہیں ہے اور کوئی پرنٹر یا پبلشر مستثنےٰ نہیں کیا گیا

(د) یہ صرف حالات مقدمہ پر منحصر ہے کہ اشخاص متعلقہ کو پہلے تنبیہ کیگئی ہے یا نہیں، یا حکم کے خلاف وجوہ ظاہر کرنیکا موقعہ دیا جاتا ہے، محولہ بالا گوشوارہ حسب ذیل ہے،

ضمانت داخل کی گئی

(۱) آر. آر. بارینگے	ساوتری پریس	۵۰۰	روپے
(۲) ایس ایچ. بلال	لوکمات	۱۰۰۰	"
(۳) پی. سی. جوگلیکار	پرچاپرکاش	۵۰۰	"

ضمانت طلب کیگئی مگر داخل نہیں کی گئی

نرائن کھانڈے			
راؤ پھندکے	برار سماچار	۱۵۰۰	روپے
تاج الدین	تاج	۱۰۰۰	"

ضمانت ضبط کی گئی

آر. آر. بارینگے	ساوتری پریس	۵۰۰	روپے

YOONIS BOOK DEPOT
Sotha Street
Badaun. U. P. (INDIA).
853

833